

انقاو
غمسرور

خلافت و ملکیت

خلافت و ملکیت، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تازہ تصنیف ہے
 صفحات ۲۵۲ صفحات۔ قیمت اعلیٰ آیڈیشن ۲۵ روپے
 ستمائیڈیشن ۲۵، ۱۰ روپے، ناشر مسلمان پبلکیشنز، المیڈیا ہاؤس

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی اس تازہ تصنیف پر علمائے اہل سنت کافی ناراضی ہیں، اور ان کے بعض علمقوں کی طرف سے اس کی بغلی کے لیے حکومت سے مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔
 اس کتاب میں مولانا مودودی نے "عقیدہ اہل سنت کی توپیخ" کے عنوان کے تحت لکھا ہے:-

"امام ابوحنیف نے ان مسائل کے متعلق اہل السنۃ کا جو مسئلہ ثابت کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے۔
 "خلفائے راشدین کے بارے میں۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل انس ابو بکر
 صدیق ہیں۔ پھر عمر بن الخطاب۔ پھر عثمان بن عفان۔ پھر علی بن ابی طالب۔ یہ سب حق پر تھے اور حق
 کے ساتھ رہتے۔۔۔"

لہ ملا علی فاری شرح الفقہ الکبر۔ المغیثادی شرح الفقہ الکبر

الفقہ الکبر کے بارے میں مولانا مودودی کی رائے یہ ہے: امام ابوحنیف پہلے شخص ہیں جنہوں نے الفقہ الکبر
 ملک کر ان مذہبی فرقوں کے مقابلے میں عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کو ثابت کیا۔

اور باوجود اس کے کہ خود موصوف کے زاویک "اس کتاب کے بخش حصوں کے متعلق قریب کے
 زمانے میں محققین نے تسلیک طاہر کیا ہے کہ وہ الحقیقی ہیں" وہ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ ناقہ (

”عقیدہ طحاویہ میں اس کی مزید تشریح اس طرح کی گئی ہے۔ ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوجہر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر افضل فتھ اور دیتے ہونے سب سے پہلے مخلافت ان کے یہ ثابت کرتے ہیں۔ پھر عمر بن الخطاب کے یہے۔ پھر عثمان کے یہے۔ پھر علی بن ابی طالب کے یہے اور یہ خلفاء راشدین و آئمہ محدثین ہیں داہن ابن العز المخفی شرح الطحاوی“
صحابہ کرام کے بارے میں مولانا مودودی نے اہل السنۃ کا امام ابو حیفہ کے حوالے سے یہ ملک ثبت کیا ہے۔

”ہم صحابہ کا ذکر بھائی کے سوا اور کسی طرح نہیں کرتے (علی علی قاری۔ المفسادی)۔ عقیدہ طحاویہ میں اس کی مزید تفصیل یہ ہے۔ ہم رسول اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کو محظوظ رکھتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو محبت میں حصہ نہیں گزرتے اور نہ کسی سے تبریز کرتے ہیں۔ ان سے بغیر رکھنے والے اور بُرا نی کے ساتھ ان کا ذکر کرنے والے کو ہم ناپسند کرتے ہیں۔ اور ان کا ذکر بھائی کے سوا اور کسی طرف نہیں کرتے۔“ (ابن ابن العز۔ رسمخات ۲۲۲ - ۲۲۳)

علیہ اہل سنۃ کے وہ حلقوں جنہوں نے مولانا مودودی کی زیرِ نظر کتاب کو ضبط کرنے کا مطالبہ کیا ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ مولانا مودودی نے اس کتاب میں حضرت عثمان، حضرت معاویہ اور وہ سر صحابہ کا ذکر بُرا نی سے کیا ہے، اور ان کے بیان میں خاص طور سے اپنی تاریخی روایات کو منتسب کیا ہے جن سے ان صحابہ کرام کی توہین ہوتی ہے۔ اور ان کے بارے میں ختنہ نہیں رہتا۔ اور چون تحریک امر اہل السنۃ والجماعات کے مسلم عقیقے کے خلاف ہے جیسا کہ خود مولانا مودودی نے اس کتاب میں لکھا ہے، تو اس بنا پر یہ کتاب غیر مطبوع ہو چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب میں صفحہ ۳۰، اسے صفحہ ۳۱۔ اسکے مخلافت راشدہ کی طرح مذکور ہے پرستی ہوئی، بخشش کی گئی ہے، اس میں تسلیک نہیں کرتا ریخ اسلام کا یہ دور نہایت ہی تکلیف، وہ حالات پر مشتمل ہے کہ اس میں صحابہ کے درمیان جگہیں ہوئیں اور مسلمانوں کا خون خود مسلمانوں کے ہاتھ سے بے دریان بہا۔ آج ضرورت اس کی ہے کہ اس دور پر تاریخی تنقید کے تحت پچھلکھا جائے اور

حضرت عثمانؑ کے زمانے میں بڑی بڑی فتوحات حاصل ہونے کے بعد اس وقت کے مسلم معاشرے میں ہونے والے غاصر انہر ہے تھے، اور ایک طرف خود قریش کی بائی فتح است اور دوسری طرف غیر قریشی عربوں کے صاحب اختیار نہیں تو کم سے کم صاحب اثر ہونے سے مسلم معاشرے میں انتشار اور اندر کی کے جو فوکرانیت پیدا ہو رہے تھے، ان کو سامنے رکھ کر اس دور کی تاریخ قلم بند کی جاتی۔ مولانا مودودی نے محسن روایات سے کامن لے کر خلافت راشدہ کے آخری دور اور بنزاں امیة کی پورے عبد حکومت کی الیسی تصویر پیش کی ہے کہ اس سے بحث کے اور دروازے کھل گئے ہیں، اور منان لفین ایسی ہی روایات سے اس دور کی اس سے باکل مختلف اور متناوں تصویر پہنچ رہے ہیں۔

مشائخ مولانا مودودی نے اہل عراق پر جماعت بن یوسف کے مظالم کی لمبی و استان بیان کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اگر وہ اہل عراق کی تکون مزاجی، لفظ عہد کی راستخ عادت اور سہر وقت بخلافت پر آمادہ رہنے کی فطرت کا بھی ذکر کر دیتے۔ تو قارئین کے سامنے تصویر کے دونوں رُنخ آ جاتے۔ آخر ہمیہ عراق میں آباد ہونے والے بد و تھے، جو رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد ارتدا و میس پیش پیش تھے۔ حضرت علیؓ کو ان سے جو اذیتیں ہیں، وہ کچھ کم نہیں۔ حضرت حسینؑ کی شہادت کے ذمہ والدین تھے، پھر انہوں نے عبداللہ بن نبیؑ سے بیعت کی۔ اور بعد میں اس سے منزف ہو گئے انہوں کی حکومت مان کر بار بار ان کے خلاف بخلافت کرتے رہے۔ یہ تھے عراق والے جن کو قابو میں رکھنے کے لیے امویوں کو زیاد اور جماعت بن یوسف جیسے جابر والیوں سے کام لینا پڑا۔

حضرت حسن بصریؑ نے ایک وفعت فرمایا تھا کہ جب میں جماعت کے مظالم اور عراقیوں کی شورش پیزی کا موائزہ کرتا ہوں تو مجھے زیادتی کا پڑا عراقیوں کی طرف جھکتا ہو انظر آتا ہے۔

مولانا مودودی نے حضرت عثمانؑ پر ایک فرد جسم یہ بھی دلکھائی ہے کہ انہوں نے امیر معاویہ کو سارے شام کی ولادت سونپ دی اور انہیں اس منصب پر برادر فائز رہنے دیا۔ یہنک اگر مولانا اس حقیقت واقعی کو سامنے رکھتے کہ ایران کے کسری کی طرح روم کے قیصر کی سلطنت ختم ہیں تو اسی ابیحی و روم کے بعض جزیرے اس کے قبضے میں تھے۔ اس کی سلطنت بڑی دسیع اور خاتمر تر تھی اور اسے دن و نیا سے اسلامی علاقوں پر حصے ہوتے تھے اس سلطنت میں کیا یہ ضروری نہ تھا کہ بلسان، شام، فلسطین اور اردن کے علاقے ایک امارت کے تحت ہوتے تاکہ وہ رویوں کا کامیابی

سے سنا بدر کر سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور قیصر باوجود واس کے کہ وہ یہاں تھا اور ان علاقوں کی غائب آبادی بھی یہاں تھی ان علاقوں کو دوبارہ نہ لے سکا۔ حضرت عمرؓ کا یہ تدبیر تھا کہ انہوں نے ایک زبردست دشمن کو روکنے کے لیے ایمرو معاویہ جیسا مذہب شام کا دامی مقرر کیا جس کا نتیجہ استہ اگر شام دوسرے عوام بن بھانا تو قیصر پر چشم کا پروار بھرا۔

مولانا مودودی نے حضرت عثمانؓ پر تو ایک طولی فرمودہ جسم لگاؤ ایکن اس کا ذکر کرنا صرف نے ضروری نہ سمجھا کہ جس شرپندر علیاً سے ان کا واسطہ پڑا اور جسے وہ قابو میں نہ رکھ سکے وہ بعد میں نہ حضرت علیؓ کے قابو میں آئی۔ نہ ان کے فرزند حضرت حسنؓ کے اور نہ عبداللہ بن زبیر اور ان کے بھادر بھائی مصعب ہی اسے فرمان برداشت کئے۔ یہ لوگ اُس وقت ہمک بناوائیں کرتے رہے جب تک عبد الملک بن مروان نے ان پر جہاچ کو مسلط نہیں کیا۔ یہی وہ لوگ تھے جن کے بارے میں ماموں الرشید نے کہا تھا کہ ربیعہ اس وقت سے اللہ سے ناراضی ہیں جب سے اس نے بتوت ربیعہ کے بجائے مفرک کو دے دی۔ اور یہ کہ ربیعہ سے بخود و اٹھتے ہیں تو ان میں سے ایک نمازی ہوتا ہے۔

مغفرہ، اپر حضرت عثمان کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں،

..... یہ لوگ جن کی تعداد و دہڑا رے زیادہ نہ تھی مصر، کوفہ اور بصرہ سے بیک وقت ہر روز پہنچتے۔ یہ کسی علاقے کے بھی نمائندے نہ تھے۔ بلکہ سازباز سے انہوں نے اپنی ایک پارٹی بنانی تھی جب یہ مدینہ کے باہر پہنچتے تو حضرت علیؓ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو انہوں نے اپنے ساتھ لانے کی کوشش کی۔ ملکانیوں بزرگوں نے ان کو جھڑک دیا۔ اور حضرت علیؓ نے ان کے ایک ایک الزم کا جواب دے کر حضرت عثمانؓ کی پوری لیش صاف کی..... مگر یہ لوگ اپنی غذر پر قائم رہے اور بالآخر انہوں نے مدینہ میں گھس کر حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا.....
ان لوگوں نے ۳۰ مارچ کو ایک ہنگامہ غیظ برپا کیے رکھا جس کے دران میں ایسی ایسی حرکات ان سے سرزد ہوئیں جو مدینہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھیں.....
آخر کار ان لوگوں نے ہجوم کر کے سخت نسل کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ تین دن ہمک ان کا جسد مبارک تذین سے خود مرمٹا اور قتل کرنے کے بعد ظالموں نے ان کا گھر بھی بوٹ لیا۔

پسح پوچھئے تو خلافتِ راشدہ کا بحیثیت ایک نظام حکومت کے یہ اختصار تھا۔ دو ہزار افراد کا
دارالخلافہ میں ۰م دن تک خلیفہ کا محاصرہ کیے رہنا اور حضرت علیؑ، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے
صحابہؓ کیا بار کا باوجو خلیفہ کی پوزیشن صاف کرنے کے خلیفہ کو شہید ہونے سے نہ بپاکنا، اس کے
معنی یہ تھے کہ "مدینہ کے ہباجریوں و انصار" جو بقول مصنف کے "در اصل اس وقت مملکتِ اسلامیہ
میں اہل و عقد کی حیثیت رکھتے تھے" عملابے اثر ہو گئے تھے۔ یادوں مخفف اس شورش کے تماشائی
بن کرہ گئے تھے۔ اور جب کسی نظام کے "اہلِ عَدْ" اے قائم رکھنے میں اتنی بھی دلچسپی نہ
یہیں کروہ اپنے منتخب کر دہ خلیفہ کی حفاظت ہی کر سکیں تو اس کے معنی لا قانوں نیت اور زانوں کی
کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے حالات میں ہر قوم کی تاریخ میں وہی لوگ آگے آتے ہیں، جو جبرا اور قوت
سے نظام قائم کر سکتے ہیں، کیونکہ لا قانوں نیت کے مقابلے میں نظام بہرحال منح ہوتا ہے غراہ اے
قائم کرنے کے بعد جبرا سے کام لینا پڑے۔

"تاریخِ اسلام میں بنو امیہ کا 'رول' بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

افسریناں کا بات یہ ہے کہ مولانا مودودی نے اس کتاب کو مناقب و مشاہد کی ایک واسطہ
بناؤ یا ہے، جو گذشتہ ایک ہزار سال سے ہمارے ہاں برابر وہ راست جا رہی ہے۔ یہی انہوں نے
تاریخِ اسلام کے اس دور کو پیش کرنے میں سجنیاتی تنقید سے مطلق کام نہیں لیا کہ اس سے آج کی
نسوں کی آنکھیں بھتیں۔ اور وہ اپنی تاریخ کو اس کے صحیح پس منظرمی دیکھتیں۔ اور اس سے حقیقتی
سبقے سکتیں۔

کتاب کے بابِ اول، بابِ دوم اور بابِ سوم میں "قرآن کی یا سی تعلیمات"۔

"اسلام کے اصول حکمرانی" اور "خلافتِ راشدہ اور اس کی خصوصیات" پر بحث کی گئی ہے۔
مولانا مودودی پر یہ عام اعتراض ہے، یہاں تک کہ ان کے بعض پرانے ساختی اس بنا پر ان
سے الگ بھی ہو گئے کہ روز بدنے والی سیاسی اور وہ بھی علمی و حزبی سیاسی ضرورتوں کو جائز
ثابت کرنے کے لیے قرآن کی من مانی تاویلیں کرنے میں موصوف بڑے بیباک ہیں۔ اور اس کا بھی

خیال نہیں کرتے کہ پڑھے قرآن و سنت سے کیا ثابت کر آئے ہیں اور اب وہ کیا ثابت کرنے کے ویچے میں۔

پھر عصہ ہوا جماعتِ اسلامی ہند کے ایک رُنگ عبد الوہید خاں نے جو پندرہ سال تک جماعت سے وابستہ رہے، "تعمیر کی غلطی" کے نام سے ایک کتاب لکھتی ہے، جس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ مولانا مودودی نے قرآن کی ہج آیات کو بنیاد بنا کر جماعتِ اسلامی کے نصب العین و سقور اور مقاصد کا تعین کیا اور جماعت کی دعوت کو دین اسلام کا اصل مقصود بنا کر پیش کیا ہے، اُن آیات سے دور نزدیک بھی یہ مفہوم نہیں نکلتا۔

مثلاً مولانا مودودی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "در اصل دین کا الفاظ قریب قریب در ہی معنی رکھتا ہے۔ بجز زمانہ حال میں "اسٹیٹ" کے معنی ہیں اور استدلال کیا ہے قرآن مجید کی اس آیت سے دلکش جعلتکم امس و سطامتونا شهداء علی الناس و یکون الرسول نبیکم سمیدا: عبد الوہید صاحب لکھتے ہیں۔ تقریباً سب کے سب علمائے تفسیر "شادوت" سے مُراد ایک ایسا کام لیتے ہیں جس کا تعلق اس دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے ہے۔

دوسری آیت اس سلسلے میں یہ پیش کی گئی ہے: شَرِعْ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وُحِدَ اللَّهُ
او حیناً ایک و ما و حیناً بدء ابراہیم و موسیٰ و میتی ان اقیسوالدین و لا تُفْرِقُوا مُنِيْہَ

مولانا مودودی کے "زدیک" الہیں سے مُراد وہ سارے الفراہی و اجتماعی قوی و بین الاقوامی احکام ہیں، جو اسلامی شریعت میں ملتے ہیں اور اقامت کا مطلب ہے ان کو فاعل کرنا۔ اس طرح یہ آیت پورے شرعی نظام کو مکمل طور پر انسانی زندگی میں غالب و تأذن کرنے کا حکم دے رہی ہے، عبد الوہید خاں لکھتے ہیں کہ تمام علمائے تفسیر اس آیت میں الہیں سے مُراد اصل دین یاد دین کی بنیادی تعلیمات لیتے ہیں نہ کہ کل دین پوری آیت کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک ایسے دین کی اقامت کا حکم دیا جا رہا ہے جو حضرت نوحؑ سے لے کر آخری رسول تک تمام انبیاء پر اتراتا ہے۔ اب چونکہ مختلف انبیاء پر نازل کی جانے والی تعلیمات اپنی پوری شکل میں یہاں نہیں تھیں، عقائد اور بنیادی اصولوں کی حد تک تو ان سب کا دین باخل ایک تھا، مگر تفسیل شریعت اور عملی احکام میں ان کے درمیان کافی فرق تھا اس سے یہی حکم کے الفاظ کے مطابق اس

سے دیں کا وہی حصہ مُراد ہو سکتا ہے، جو سب میں شترک رہا ہے۔ لیکن مولانا مودودی نے 'ان اقیوال الدین' سے 'مُراد' اسٹیٹ، "کو قائم کرنا ہے لیا اور بقول ان کے، پس درستیقت اللہ کا رسول اپنے بھتیجے دے کی طرف سے ایک ایسے 'اسٹیٹ' کا نظام کر کر آیا ہے جس میں نہ تو انسان کی خود اختیاری کے لیے کوئی جگہ ہے نہ انسانیت پر انسان کی حاکیت کے لیے کوئی معتمد، بلکہ حاکیت و اقتدار اعلیٰ جو کچھ بھی ہے، صرف اللہ کے لیے ہے۔"

عبدالوحید خاں صاحب نے مولانا کی غلط تعبیر کی ایک اور مثال دی ہے، مولانا نے اپنی کتاب "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" میں لفظ "رب" کا ایک مفہوم "اجماع کا مرکز" بتایا ہے یعنی "جو مرکزی حقیقت رکھتا ہو، جس پر متفق اشخاص مجتمع ہوتے ہوں" جس کا "مرکزی اقتدار مملکت کی تمام رعایت کے لیے اجماع کی بنیاد ہو۔" جس کی مرکزی شخصیت کسی زیرین کے تدبیں و اجماع کی اساس ہوتا اور اس مفہوم کے ثبوت کے لیے قرآن کی جن آیات کے حوالے دیے ہیں، ان سے یہ مفہوم کسی صورت نہیں نکلتا۔

یہ کل پانچ آیتیں ہیں، جن میں سے پہلے یہ ہے، "هو ربكم واليه ترجعون،" تماہر ہے اس رجوع الی الرب کا تعلق آخوندگی سے ہے، نہ کہ دنیا سے۔ دوسرا آیت ہے شدایا ربکم صریح کم۔ یہ مر جدت بھی آخرت سے تعلق رکھتی ہے۔ تیسرا آیت یہ ہے۔ قل بجمع بینا ربنا، یہ اجماع بھی آخرت کا ہے نہ کہ دنیا کا۔ اس طرح باقی کی دو آیتیں ہیں، جن سے خواہ مخواہ اس دنیا کی اجتماعی تنیظیم مراودی کی ہے، حالانکہ وہ آیتیں روز حشر کے بارے میں ہیں۔

ذیر نظر کتاب میں بھی مولانا مودودی نے اسی طرح قرآنی آیات سے اپنی پسند کے اصول اخذ کیے ہیں۔ مثال کے طور پر صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں، "اس جائز اور صحیح نوعیت کی نفلت کا حامل کوئی ایک شخص یا خاندان یا طبقہ نہیں بلکہ دو جماعت (Community) اپنی مجموعی حقیقت میں ہوتی ہے جس نے نہ کوہ بالا اصولوں کو تسلیم کر کے اپنی ریاست قائم کی ہو۔" حالانکہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۳ پر قرآن کی یہ آیت ہے۔ سید افود امناجطنک

خدا نہیں فی الواقع۔ یعنی اسے داؤدُ ہم نے لمبیں زمین میں خلیفہ بنایا۔

مولانا مودودی نے قرآن کے انکات سے "اسلامی ریاست کی خصوصیات" متعین کیں۔ اول تو قرآن کی وہ آیات ہیں سے یہ انکات اخذ کیے گئے ہیں انکات کا صحیح تخریج ہی نہیں۔ دوسرے انکات سے جو خصوصیات نکالی گئی ہیں ان میں اتنا تضاد ہے کہ ان خصوصیات کو قرآن سے منسوب کرنا بڑی زیادتی ہے۔ مثلاً مولانا کے نزدیک "وہ راسلامی ریاست حاکیت کو خدا کے یہی خالص کرو دینے کی حد تک تھیا کہ یہی کے بنیادی نظریہ سے متفق ہے" لیکن اس میں عل و عقد کے سارے اختیارات مذہبی پیشواؤں کے بجائے "حدود ریاست میں رہنے والے تمام اہل ایمان کو" حاصل ہوں گے"۔

لیکن سوال یہ ہے کہ عوام کے بجائے صاحب اقتدار کے یہی ایمان کی جو شرط دلکھائی گئی ہے کیا وہ اہل ایمان کو مذہبی پیشواؤں کی حیثیت نہیں دے دے گی۔

اسی طرح مولانا یہ بھی لکھتے ہیں کہ "وہ راسلامی ریاست" جمہوریت کے اس اصول میں ڈیلو کریں سے متفق ہے کہ حکومت کا بننا اور بدلنا اور چلایا جانا باکل عوام کی رائے سے ہزاڑا ہے۔ میکن آگے چل کر وہ عوام سے یہ حق یہ کہہ کر واپس لے لیتے ہیں کہ "اس میں خدا اور رسول کا بالآخر قانون اپنے اصول وحدو اور اخلاقی احکام وہیات سے عوام کی خواہشات پر نسبتاً تاکم رکھتا ہے اور ریاست ایک ایسے متعین راستے پر چلتی ہے جسے بدل دینے کے اختیارات نہ اس کی مظفر کو حاصل ہوتے ہیں نہ عدلیہ کو، نہ متعینہ کو، نہ مجموعی طور پر پوری قوم کو..."۔

یہ تو صحیح لیکن خدا اور رسول کے بالآخر قانون کے اصول وحدو اور اخلاقی احکام وہیات کی تعیین و تشریح کون کرے گا؟ عوام ہ تو پھر آخری اقتدار عوام کا ہو گا۔ مذہبی پیشواؤں کی تعلق تو اس کے معنی تھیا کریں ہے۔ اور اس کا ڈیلو کریں سے دُور کا بھی تعلق نہیں۔

زیرِ نظر کتاب کا سب سے زیادہ قابل توجہ حصہ وہ ہے، جس میں مولانا مودودی نے امام ابو عینیف کی طرف اتوال مسوب کر کے ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک مسلمان کے یہی ناقص نظام مسلم حکومت ریغیریہ بتائے کہ غاصتی و ظالم مسلم حکومت کون سی ہو گی)

کے خلاف خردوچ کفار سے لڑنے کی برتبہ نبیت زیادہ افضل ہے۔

پہلے ہم کتاب سے اس مضمون کے وہ اقتباسات دیں گے۔ اور اس کے بعد ان پر بحث کر کیا جائے گا۔

”آزادی رائے کے معاملے میں وہ رامام ابوحنیفہ، اس حد تک جاتے ہیں کہ جائز امامت اور اس کی عادل حکومت کے خلاف بھی اگر کوئی شخص زبان حکومتے اور امام وقت کو گایا یا دیا اسے قتل تک کرنے کا خیال خاہیر کرے تو اس کو قید کرنا اور سزا دینا ان کے نزدیک چاہزہ نہیں تا اور قیک وہ مسلح بغاوت یا بد امنی برپا کرنے کا عوام نہ کرے ص ۲۹۶۔ ۲۹۷“ اس کے ثبوت میں حضرت علی کا ایک ارشاد پیش کیا گیا ہے۔

”... لیکن امام ابوحنیفہ کا مسئلہ یہ تھا کہ عالم کی امامت نہ صرف یہ کہ باطن ہے بلکہ اس کے خلاف خردوچ بھی کی جاسکتا ہے اور کیا جانا چاہیے، اب شرطیکہ ایک کامیاب اور منفی انقلاب ممکن ہو، عالم و فاسق کی جگہ عادل و صالح کو لایا جاسکتا ہو اور خردوچ کا مفہوم حفص جانلوں اور قوتیں کا ضیاع نہ ہو۔ ص ۲۹۵“

”زید بن علیؑ بن حسینؑ“ نے اعموی حکومت کے خلاف خردوچ کیا۔ اس سلسلے کا ایک اقتباس ہے ”اس خردوچ میں امام ابوحنیفہ کی پوری بمدردمی ان کے ساتھ تھی۔ انہوں نے زید کو مالی مدد بھی دی اور لوگوں کو ان کا ساتھ دینے کی تلقین جی کی۔ انہوں نے ان کے خردوچ کو جگہ بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خردوچ سے تشبیہ دی، جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے نزدیک جس طرح اس وقت آئی حضرتؐ کا حق پر ہونا غیر مشتبہ تھا۔ اس طرح اس خردوچ میں زید بن علی کا بھی حق پر ہونا غیر مشتبہ تھا۔ ص ۲۹۶“

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ”جب زید کا پیٹ میں ان کے نام آیا کہ آپ میرا ساتھ دیں“ تو انہوں نے مغدرت کر دی اور قاسم کے ذریعہ لکھوا یا۔ ”البتہ میں روپے سے ان کی مدد ضرور کروں گا۔“

منصور عباسی کے خلاف نفسؓ نے خردوچ کیا تھا۔ اس سلسلے کا یہ اقتباس

"اس خروج کے موقع پر امام ابوحنیفہ کاظم عمل پر یہ سے مختلف تھا... انہوں نے اس زمانہ میں جنکے منصور کو فہریں موجہ دھنا اور شہر میں ہر وقت کرنے والا گارہتا تھا، بڑے زور شور سے حکم کھلا اس تحریک کی حمایت کی یہاں تک کہ ان کے شاگردوں کو خطروپیدا ہو گیا کہ یہ سب باذخ یہ جائیں گے۔ وہ لوگوں کو ابراہیم کا ساتھ دینے اور ان سے بعثت کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ خروج کو نفعی حج سے، ہنگامے، گنازیادہ ثواب کا حاصل قرار دیتے تھے۔" اس سلسلے کا ایک اور اقتباس ہے۔

"ایک شخص ابواسحاق الغزاوی سے انہوں دامام ابوحنیفہ نے یہاں تک کہا کہ تیرا بھائی ہوا بر ابراہیم کا ساتھ دے رہا ہے۔ اس کا یہ فعل تیرے اس فعل سے کہ تو کفار کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ زیادہ افضل ہے۔ امام کے یہ اقوال ابوبرھضان الموفق الکی اور ابن البراز الکدر دری سائب فتاویٰ بیان یہ جیسے لوگوں نے نقل کیے ہیں جو خود بڑے درجے کے فیقیہ ہیں۔ ص ۷۲" اس سے خود بولنا می وو دی یہ نیچہ نکالتے ہیں۔

"ان اقوال کے معنی یہ ہیں کہ امام کے نزدیک مسلم معاشرے کے اندر وہی نظام کو بگڑی ہوئی فیادت کے تسلط نکالنے کی کوشش باہر کے کفار سے لڑنے کی بہ نسبت بدربجا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔" ص ۷۱

عباسی خلافت کا بانی ابوالعباس سفاح تھا۔ جس کی حکومت کو فی چار سال کے قریب رہی اس کا جائشی منصور ہوا۔ منصور کے عہد میں نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابو ابراہیم نے خروج کیا۔ اس سلسلے کا ایک اقتباس ہے۔

"سب سے زیادہ اہم اور خطرناک ائمماں ان (امام ابوحنیفہ) کا یہ تھا کہ انہوں نے المنصور کے نہایت ستمد جزیل اور اس کے سپہ سالار اعظم حسن بن قحطیہ کو نفس زکیہ اور ابو ابراہیم کے خلاف جنگ پر جانے سے روک دیا۔ اس کا باپ قحطیہ وہ شخص تھا جس کی تلوار نے ابو مسلم کی تدبیر وہی سب کے ساتھ مل کر سلطنت عباسیہ کی بنارکھی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد یہ اس کی جگہ سپہ سالار اعظم نبیا گیا اور منصور کو اپنے جرنیلوں میں سب سے زیادہ اس پر اعتماد تھا لیکن وہ کہنے میں رہ کر امام ابوحنیفہ کا کردار ہو چکا تھا۔ اس نے ایک مرتبہ امام سے کہا کہ میں آج تک جتنے گناہ کو چکا ہوں (یعنی منصور

کی ذکری میں بھی کچھ خلودست تم میرے نام تھوں ہوئے ہیں وہ آپ کے علم میں ہیں۔ اب کیا میرے یہے ان گناہوں کی معافی کی جبی کوئی صورت ہے؟ امام سے کہا۔ اگر اللہ کو معلوم ہو کر تم اپنے انسان پر نادم ہوا اور اگر آئندہ کسی مسلمان کے لیے بے گناہ قتل کے لیے تم سے کہا جائے اور تم اسے قتل کے بجائے خود قتل ہو جانا گوارا کرو اور اگر تم خدا سے عہد کرو کہ آئندہ اپنے پچھے افغان کا ای دہنہ کر دے تو یہ میرے لیے توہہ ہو گی۔ جس نے امام کی یہ بات سئی کہ ان کے سامنے عہد کر لیا۔ اس کے بعد کی عبارت ہے۔

"اس پر کچھ بدلت ہی گز ری تھتی کہ نفس رکیدہ اور اب اسیم کے خروج کا معاملہ پیش ہیا۔ منصور نے حسن کو ان کے خلاف جنگ پر جانے کا حکم دیا۔ اس نے آگر امام سے اس کا ذکر کیا۔ امام نے فرمایا اب لمبہاری توہہ کے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اپنے عہد پر قائم رہو گے تو مبہاری توہہ بھی قائم رہے گی۔ ورنہ پہنچ جو کچھ کر لے ہو اس پر بھی خدا کے ہاں پہنچنے جاؤ گے اور اب بونکچ کر دے گے اس کی سزا بھی پاؤ گے۔" حسن نے دوبارہ اپنی توہہ کی تجدید کی اور امام سے کہا کہ اگر مجھے بار بھی ڈالا جائے تو میں اس جنگ پر نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے منصور کے پاس جا کر صاف کہہ دیا کہ "امیر المؤمنین" میں اس حکم پر نہ جاؤں گا۔ آج تک جو کچھ ہیں نے آپ کی اطاعت میں کیا ہے اگر دہ اللہ کی اطاعت میں تھا تو میرے یہی بس آتنا ہی کافی ہے اور اگر دہ اللہ کی محصیت میں تھا تو اس سے آگے اب میں مزید گناہ نہیں کرنا چاہتا۔" منصور نے اس پر سخت ناراضی ہو کر حسن کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ حسن کے بھائی حمید نے آگے بڑھ کر کہا "سال بھر سے اس کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں اس مہم پر جاؤں گا" بعد میں منصور نے اپنے معتمد لوگوں کو بلاؤ کر پوچھا کہ حسن ان فقہاء میں سے کس کے پاس آتا جاتا ہے۔ بتایا گیا کہ ابوحنیفہ کے پاس اکثر اس کا آنا جاتا ہے۔"

یہ روایت نقل کرنے کے بعد مولانا مودودی اس سے یہ نیچپن نکالتے ہیں "یہ طرزِ عمل بھی ٹھیک ٹھیک امام کے اس نظریے کے مطابق تھا کہ ایک کامیاب اور صالح اقبال کے امکانات ہوں تو ظالم حکومت کے خلاف خروج جائز ہی نہیں واجب ہے۔ اس معاملے میں امام مالک کا طرزِ عمل بھی امام ابوحنیفہ سے کچھ

مختلف نہ تھا... ص ۲۶۲

اس سے آگے مولانا لکھتے ہیں :-

"یہ خیال کرنا صحیح نہ ہو گا کہ خروج کے مسئلے میں اہل السنۃ کے درمیان امام ابو حنیفہ اپنی رائے میں منفرد ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری میں اکابر اہل دین کی رائے وہی تھی جو امام اعظم نے اپنے قول اور عمل سے ظاہر فرمائی ہے۔" ص ۲۶۲

اپنی اس رائے کی تائید میں وہ اموی حکومت کے خلاف بغاوت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"یہ تھی پہلی صدی ہجری کے اہل دین کی عالم رائے۔ امام ابو حنیفہ اس دور میں آنکھی سے کھوئی تھیں۔ اس یہے ان کی رائے بھی وہی تھی جو ان لوگوں کی تھی۔ اس کے بعد دوسری صدی کے آخری دور میں وہ دوسری رائے ظاہر ہونی شروع ہوئی جو ایں جہوڑاہل سنۃ کی رائے کبھی جاتی ہے..." ص ۲۶۵

لیکن تعجب یہ ہے کہ اس سے پہلے اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۰ میں مولانا مودودی یہ بتا آئے ہیں کہ اس بدی صدی میں ظالم حکومت کے خلاف خروج کے مسئلے میں اہل الحدیث کا بڑا گروہ اس رائے سے متفق نہ تھا۔ باب کا عنوان ہے:- "خلافت اور اس کے متعلقہ مسائل میں امام ابو حنیفہ کا مسئلہ" اور مولانا کے الحافظ یہ میں ہیں:-

"اس زمانے کا ایک اہم مسئلہ یہ تھا کہ اگر مسلمانوں کا امام ظالم و فاسق ہو تو آیا اس کے خلاف خروج (R.E. ۱۹۵۲) کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلے میں خود اہل السنۃ کے درمیان اختلاف ہے۔ اہل الحدیث کا بڑا گروہ اس بات کا قائل رہا ہے کہ صرف زبان سے اس کے خلاف آواز اٹھائی جائے اور اس کے سامنے کلمہ حق کہا جائے، لیکن خروج نہ کیا جائے اگرچہ وہ ناجائز ریزی کرے لوگوں کے حقوق پر بے جا و است درازیاں کرے اور حکم کھلاافت کا مذکوب ہو لیکن امام ابو حنیفہ کا مسئلہ یہ تھا...،" اس سے آگے کی عبارت پہلے نقل ہو چکی ہے:-

ان اقتباسات کے مندرجات پر سب سے پہلا اعتراف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سے ان کی نسبت تاریخی اعبار سے صحیح نہیں۔ خود مولانا مودودی نیز نظر کتاب کے ص ۲۶۳ پر اعتراف

کرچکے ہی کہ اس کتاب والفقہ الاکبری کے بعض حصوں کے متعلق قریب کے زمانے میں محققین نے شک خلائر کیا ہے کہ وہ الحقیقی ہیں" اور جدید تحقیقات نے تو یہ ثابت کر دیا ہے کہ الفقہ الاکبر امام حسن سے بہت بعد کی تایف ہے۔ اس سلسلے میں اگر کسی کتاب کی صحیح طور پر امام صاحب کی طرف ثبوت ہو سکتی ہے تو وہ صرف ان کا وہ مکتوب ہے، جو انہوں نے اپنے ایک معاصر عثمانی کو لکھا تھا۔ اور اگر اس مکتوب کا مطالعہ کیا جائے تو مولانا مودودی نے امام صاحب کے نام سے "مسک خرمنج" کے بارے میں اپنی تحقیقات و تحریکات کا جو محل بنایا ہے، وہ زمین پر آ رہے گا۔ یہ چنانستہ ہے کہ "الفقہ الاکبر" نہ تو امام ابوحنیفہ کی خود اپنی تصییف کروہ کتاب ہے اور نہ ان کی اہلا کرودہ ہی، اور نہ خود ان کے سامنے اور ان سے متصل دور میں یہ مرتب ہوئی، مولانا مودودی کا یہ اثبات کرنا۔

"امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے "الفقہ الاکبر" لکھ کر ان مذہبی فرقوں کے مقابلے میں عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کو ثابت کیا۔"

علیٰ دیانت کے شایان شان ہیں اور اس سے مسلم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے یہ خواہ خواہ امام صاحب کا نام استعمال کرنے پر تھے ہیں۔

اس نہیں میں دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مولانا مودودی نے امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی اور خلافت اور اس کے منتعلہ مسائل کے بارے میں ان کے مسلک کو صحیح سیاق و سماں میں پیش ہیں کیا اور ایسا غالباً مبدأ گیا گیا ہے تاکہ وہ ان امور سے حسب دلنوہ انتہائی نکال کر اس وقت مولانا کا جو سیاسی موقف ہے، اسے وہ تقویت دے سکیں۔

اس میں شک نہیں کہ جہوڑا بہل عراق کی طرح امام ابوحنیفہ کی سہ در دیاں آں علی کے ساتھ تھیں اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ اموی اقتدار ختم ہو اور اس کی بجائے آں علی کو خلافت ملے، اس بیے اموی دور میں امام صاحب کا زید بن علی بن حمیں کی حمایت کرنا فطری تھا، لیکن اہل عراق ناقابل اعتماد تھے اور ان کی پیغمبری نبادتیں امویوں کا کچھ نہ بجاڑ سکیں۔ عباسیوں نے یہ دیکھ کر عراق سے دُور نہ رسانیں آں محمدؐؐ کے نام سے اپنا خفیہ پر دیکنڈا شروع کیا اور اس میں وہ اتنے کامیاب ہوئے کہ ان کے جھنڈے تکے ایک بڑی طاقت جمع ہو گئی اور انہوں نے امویوں کو شکست دے کر

خلافت پر قبضہ کر لیا۔

عباسیوں کا سارا پروپرٹی تھا اُلیٰ محمدؑ کے نام سے تھا۔ اور جب وہ امویوں کو شکست دیتی میں کامیاب ہو گئے تو قدرتا آکی علی کے حامیوں کا یہ خیال تھا کہ خلافت آکی علی کو ملے گی، لیکن عباسی خود آکی محمدؑ کے دارث بن بیٹھے۔ اس کے خلاف نفس زکیہ اور ابراہیمؑ نے خودج کیا لیکن چونکہ عباسی کافی عرصے سے اپنی تنظیم کر رہے تھے اور ان کو خراسان سے قابل اعتماد حاصل گئے۔ اس ریئے وہ امویوں کی طرح آکی علی پر بھی غالب آئے۔ ان کی خلافت مستحکم ہو گئی اور راجحین تمام اہل سنت نے انہیں خلافت کا جائز حق وار مان لیا۔ چنانچہ امام ماک جو منصور کے خلاف نفس زکیہ کے حق میں تھے بعد میں عباسی خلافت کے حامی ہو گئے۔ اور اسی طرح امام ابوحنینؑ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؑ نے عباسیوں کے ہاتھ قضا کا سب سے بڑا عہدہ قبول کیا اور اس طرح وہ فتح عراق کو فرما دے سکے۔

ظاہر ہے امام ابوحنینؑ دوسرے اہل عراق کی طرح امویوں اور عباسیوں کے مقابلے میں آکی علی کے طرف دارتھے اور اسی وجہ سے انہوں نے زید بن علی اور نفس زکیہ کی حمایت کی تھی۔ اصل داقعہ لیکن مولانا مسعود دی نے اس تاریخی پس منظر کو سامنے نہ رکھ کر واقعات کو بالکل دوسرا ذمک دے دیا۔ اور یہ محض اس یہے کہ وہ اپنے "خودج" کے نظریے کو اس سے ثابت کر لیں۔ منصور کے بعد مہدی، هادی، امارون بلکہ ماوس تک عباسی منڈا قندرار کے اردوگر و آکی علی کی طرف رجحان رکھنے والے رہے ہیں اور ان میں سے اکثر عباسی خلفاء کے ہاتھ سے مارے جی گئے، مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں اصل مشکلہ فاسقی دنالملم امام کے خلاف خودج کا نہ تھا، بلکہ عباسیوں اور علویوں کی مسابقت کا تھا۔ اور دونوں خانوادوں کے کثیر تعداد میں حامی موجود تھے۔

له المنصور کے حاجب ربیع بن یونس کا بیان ہے کہ منصور نے امام ماک این ابی ذرؑ اور امام ابوحنینؑ کو بدلایا اور ان سے کہا "یہ حکومت جو اللہ تعالیٰ نے اس امت میں مجھے عطا کی ہے۔ اس کے متعلق آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ کیا میں اس کا اہل ہوں؟" امام ماک نے کہا "اگر آپ اس کے اہل نہ ہوتے تو اللہ اسے آپ کے سپرد نہ کرتا" "و خلافت ملکویت" ۱۸۹ ص ۲۷۴

مولانا مودودی نے زیادتی یہ کی کہ اصل مسئلے کو بالکل منع کر کے پیش کیا اور اس سے وہ نتاں بچنے کا
جن سے خود ان کا اپنا کام نکل سکے۔ اسی سلسلے میں مولانا مودودی نے بعد کے آئندہ فقہاء مسلمانوں کے
حقیقی کے مشہور امام ابو بکر الجصاص اور بعض دوسرے بزرگوں کے اقوال بھی دیئے ہیں اشہد“
الجصاص لکھتے ہیں، ”... اس آیت سے پیشا بات ہے کہ فاسق کی امامت باطل ہے، وہ حنفیہ
نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خود اس منصب پر قائم کرے درا نحائیکہ وہ فاسق
ہو، تو وہو گوں پر اس کا اتباع اور اس کی اطاعت لازم نہیں...“ ص ۵۵

مولانا مودودی لکھتے ہیں، ”آگے چل کر الجصاص اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ یہی امام
ابو حنفیہ کا نزہب ہے اور پھر تفصیل کے ساتھ بتاتے ہیں کہ ابو حنفیہ پر یہ کتنا خلہم ہے کہ انہیں فاسق
کی امامت بجا رہ قرار دینے کا لازم دیا جاتا ہے۔“

ان فقہاء متاخرین کا ایک طرف فاسق کی امامت کے ناجائز ہونے کا ذکر کرنا اور دوسرے
طرف یہ کہنا۔ لڑ قاضی اگر خود عادل ہو تو خواہ کسی خالق امام ہی کا مقرر کیا ہوا ہو،
اس کے فیصلے صحیح طور پر نافذ ہو جائیں گے اور نہ ان فاسق اماموں سے کہیج پے
بھی ان کے فرق کے باوجود جب اُن ہو گی۔“

اس کا بھی اپنا تاریخی پیغام برہے۔ ماہوں کے بعد عباسی خلافت کمزور ہوئی اور اس کے مختلف علاقوں سے
آزادی بہتے چلے گئے۔ یہ تاریخ اسلام میں طوائف الملوك کا دور ہے۔ اس میں اکثر ایسا ہوتا کہ
من پلے ریگ اور صادر ہر سے طاقت بہم کر کے کوئی نہ کوئی علاقوں دیا۔ بیٹھتے اور حکومت کرنے لگتے
ان میں سے زیادہ تر بہت خود سر ہوتے۔ اور بڑی بے اعتمادیاں کرتے۔ اس دور کے فقہاء
نے جہاں ایک طرف یہ فتوی دیا کہ ”جو جہاد مسلمانوں کے اولی اعلاء کے ماختت قیامت
تک جاری رہیں گے خواہ وہ نیک ہوں یا بد“، ”عقیدہ طحاویہ۔ خلافت و ملکیت ص ۲۵۲“،
وہاں دوسری طرف ان پر یہ بھی واضح کیا کہ ”فاسق کی امامت باطل ہے۔ اور اس کا اتباع اور
اس کی اطاعت لازم نہیں۔“

غرض ہمارے بزرگوں نے ایسے نامساعد ممالک میں بھی مسلم معاشرے کا توازن
قاوم رکھا۔ اور اسے مزید خلفشار سے بچایا یہ اس بزرگوں کی بہت بڑی خدمت ہے لیکن اس

کتاب یہیں مولانا نوودودی نے ان کے ان اقوال و آراء کو اس تاریخی پیش منظر سے الگ کر کے پیش کیا ہے اور ان کے وہ معنی یہ ہیں، جو ان ہنرگروں کے ذہن میں ہرگز نہ تھے۔

مصنف کا اصل مقصد، آپ نے دیکھا کہ زیرنظر کتاب کے مصنف نے کس طرح تاریخ اسلام کے گزشتہ واقعات اور قرآن، سنت، خلفاء راشدین اور ائمہ کبار کے بیانات کو ان کے صحیح سیاق و بیان سے الگ کر کے ان سے اپنے مطلب کے معافی اخذ کیے ہیں تاکہ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے لیے اسلام کو بطور ایک سیاسی حرہ کے استعمال کر سکیں ان کا شروع سے یہی طریقہ کار ہے۔ البتہ اس کتاب میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے، وہ کافی خطرناک ہے۔ ان کا یہ اصرار کہ "امام ابو حیفہ کا مسلک یہ تھا کہ ظالم کی امامت نہ صرف یہ کہ باطل ہے بلکہ اس کے خلاف خرد رج جھی کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ایک کامیاب اور مفید انقلاب ملکی ہو" نیز یہ کہ "امام صاحب کے نزدیک مسلم معاشرے کے اندر رونی نظام کو بگردی ہوئی قیادت کے قلطے سے بچائے کی کوشش باہر کے کفار سے لٹنے کی بہبعت بد رجہ ایاد فضیلت رکھتی ہے" اور اس سے بڑھ کر ان کا منصور کے سپہ سالار اعظم حسن بن قطبہ کا واقعہ بیان کرنا کہ اس نے امام ابو حیفہ کے کہنے سے غایفہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا (مشکر و نظر ص) یہ ایسی چیزیں ہیں کہ مصنف نے امیر جماعت اسلامی کی حیثیت سے قرآن، سنت اور دین اسلام کے واحد شارح و ترجیح کا جو منصب اختیار کر رکھا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ سیاسی اور دینی قیادت کو اپنی ذات اور اپنی جماعت میں جمع کرنے کے جس طرح داعی ہیں۔ اور پھر جیسے وہ حزب اقتدار کے سب سے سرگرم حوصلہ بھی ہیں۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے زیرنظر کتاب کے پیچے صفحہ کے جو عنوان ہم یہ ان کا بآسانی انداز ہو جاتا ہے۔

آج اس زمانے میں کسی فرویجا جماعت کا اقتدار کی خواہش رکھنا اور اسے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنا کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں ہو سکتا، لیکن دین اسلام، اسلامی تاریخ، اسلامی روایات اور ائمہ و فقہا کی تعلیمات کی غلط تعبیر کے ذریعہ اگرچہ بھی اقتدار کی را یاں رکھنے کی اجازت رہی، تو اس ملک میں نہ کبھی سخت مند سیاست جنم لے سکے گی زعماً میں معاشری مسائل سے عہدو برآئوں نے کھوپ دیا ہو گا، زیریں کا معاشرہ زمانے کے تقاضوں کو بخشنے کے قابل ہو گا۔

اور نہ ہم اپنے آپ کو اور گروپیں کی دنیا کو صحیح معنوں میں جان سکیں گے۔ اس صورت میں قوم و ملک کی اصلاح و بہبود کے ہر اقدام کو دینی جماعتیں فتن و خللم قرار دیں گی۔ اور ایسا اقدام کرنے والی حکومت لاذماً فاسق و ظالم ہو گی، جس کے خلاف خروج فتنہ نیز اسلامی ہو گا۔ بلکہ اگر سپہ سالار عنہم اپنی حکومت کا حکم مانتے سے انکار کر دے تو اس کا یہ انکار مستحسن سمجھا جائے۔

ابھی زیادہ دن ہنسیں گزرے، مولانا مودودی نے اپنے ایک پبلک بیان میں جو جماعت اسلامی کے رسائلے میں چھپا، کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خاندانی منصوبہ بندی کی جاتی تو آپ اس کے خلاف اسی طرح جہاد کرتے جس طرح آپ نے شرک کے خلاف کیا۔ اور یاد رہے کہ یہ کسی ایسے عالم دین کا فتویٰ نہیں کرو وہ جس بات کو صحیح سمجھتا ہے کہہ دیا ہے اور لمیں، بلکہ یہ پبلک بیان ہے ایک نام نہاد دینی لیکن اصلًا سیاسی جماعت کے امیر کا جو آج حصول اقتدار کے لیے سب سے زیادہ سرگرم کار ہے اور جس کے امیر زینیف کتاب کے مصنف ہیں اور اس کتاب میں ٹیک کا بند "خرود" کا مسئلہ ہے ایک مسلم حکومت کے خلاف "خرود" کا جسے آپ جب چاہیں، فاسق و ظالم ثابت کر سکتے ہیں۔

دین اور دینی تعلیمات کی تحریف اور اس کا انتہائی مجنونہ اسی سیاسی استعمال، غرض یہ ہے لب بباب اس کتاب کے جملہ مطالب کا۔